زبان وادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد 2، شمارہ 15، 2022
eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

# سرائیکی حسینی نثر کی روایت: تحقیقی جائزہ

# SARAIKI HUSSAINI PROSE TRADITION RESEARCH ANALYSES

مرید حسین عارف، پی ایچ ڈی سکالر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

Mureed Hussain Arif, Ph.D Scholar, The Islamia University Bahawalpur

ڈاکٹر سید صفدر حسین، ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

Dr. Sayyed Safdar Hussain, Associate Prfessor, Dept. of Saraiki, The Islamia University Bahawalpur

## ABSTARACT

The origin of the Saraiki Hussaini Prose is a query yet to be explored. The available sources indicate that this tradition was first introduced by Ghulam Sikander Ghulam (1802-1902 AD), which is still going through its development. Few other important names with others include: Molvi Feroz, Sayed gamon shah Wasif, Nazar Hussain turk, Ghulam Hassan Shah Taib, Ghulam haider Fida, Gul Muhammad Aashiq Multani, Sayed Imam Ali Shah Shafiq, Mahmood Molai, Bakhash Fidvi, Agha Sharf Hussain, Noor Muhammad Gadai, Fida Hussain Mashkoor, Nazar Hussain Irshad Abbasi, and Sayed jafar Zaman Naqvi. The style varies from simple to rhythmical prose. It is also worth noting that few writers have incorporated the segments of poems in their proses.The tradition of saraiki Hussaini Prose has played an important role in the development and maturity of Saraiki literature at large. The scope of this article is to take a glance at the origin and development of Saraiki Hussaini Prose, using historical research methodology, ending with a descriptive conclusion.

**Key Words:** Origin, Tradition, saraiki, Hussaini, Prose

**کلیدی الفاظ:** آغاز، روایت، سرائیکی، حسینی، نثر

ہر زبان کی طرح سرائیکی میں بھی نثر کا آغاز نظم کے بعد ہوا۔ اسی طرح سرائیکی مرثیے (شاعری) کے بعد حسینی نثر کی ابتدا ہوئی۔ عربی فارسی اور اردو زبانوں میں مراثی محض نظم کی صورت میں کہے جاتے ہیں۔ اس سے ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے سرائیکی مرثیے میں نثر کو شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس ضمن میں قاسم جلال یوں رقم طراز ہیں:

”سرائیکی مرثیے کے شعروں کے اندر نثری حصے بھی موجود ہیں۔ جیسے

مجلسوں میں ذاکر یا مقرر اپنی تقریروں کو زیادہ پُر اثر اور پر کشش بنانے کے لیے شاعری کا سہارا لیتے ہیں، اسی طرح سرائیکی مرثیہ نگار مرثیوں میں زور پیدا کرنے اور ان کے تاثر کو بڑھانے کے لیے نثر کو بھی خیالات کی وضاحت کا ذریعہ بناتے ہیں۔"(۱)

اس بارے میں ڈاکٹر غضنفر مہدی کہتے ہیں:

"سرائیکی علاقے کی مجلس کی ضرورت یہ تھی کہ مجلس عزا میں مرثیہ، دوہڑے اور دیگر منظومات کے علاوہ عام گفتگو میں بھی فضائل و مصائب بیان کیے جائیں۔"(۲)

یہاں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حسینی نثر کا استعمال سرائیکی علاقے کی مجلس کی محافل کی ضرورت تھی۔ جہاں تک سرائیکی حسینی نثر کی ابتدا کی بات ہے، سرائیکی مرثیے میں نثر اس وقت سے لکھی جا رہی تھی، جب کہ ابھی اردو مرثیے میں نثر کا اختلاط نہیں ہوا تھا۔ دلشاد کلانچوی نے سرائیکی نثر کی ابتدا کا سہرا مولوی محمود مولائی کے سر رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"مرثیے میں نثر کی ابتدا مولوی محمود مولائی نے کی ہے۔"(۳)

لیکن دلشاد کلانچوی کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ محمود مولائی کی پیدائش 1832ء کی ہے، جبکہ غلام سکندر خان غلامؔ (1802....1902ء) کے پاس نثر کا وجود ثابت ہو چکا ہے۔ بلکہ محمود مولائی سے پہلے غلام سکندر غلامؔ کے علاوہ مولوی فیروز، میاں بخشن فدوی اور سید ذوالفقار شاہ شیرازی نثر لکھ رہے تھے۔ تاہم سرائیکی حسینی نثر کی ابتدا غلام سکندر غلامؔ کے ہاں پہلی بار ملتی ہے۔

"غلام سکندر خان غلامؔ پہلا فرد تھا جس نے مرثیے میں سرائیکی نثر کو استعمال کیا پھر اس کے بعد مرثیے کے ساتھ ساتھ نثر لکھے جانے کا رواج ہو گیا۔"(۴)

اس طرح یہ بات طے ہو گئی کہ سرائیکی حسینی نثر کا موجد غلام سکندر غلامؔ ہے۔ اب ہم سرائیکی حسینی نثر کی روایت کو بیان کرتے ہیں۔

## سرائیکی حسینی نثر کی روایت

غلام سکندر خاں غلامؔ (1802....1902ء) قصبہ سیال ضلع بھکر میں فتح محمد خاں کے گھر

پیدا ہوئے وہ بیک وقت ایک شاعر، نثر نگار اور ذاکر تھے۔ غلام سکندر غلامؔ نے پہلی مرتبہ سرائیکی مرثیے میں ہئیت کی تبدیلیاں کیں۔ ان سے پہلے مرثیہ "دفعہ" کی صورت مسلسل دوہڑوں کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ انہوں نے پرانی ہئیت کے سانچے کو توڑا اور سرائیکی مرثیے میں بحر، مسدس، نوحہ، دوہڑہ، قصیدہ، مخمس، مثمن، ترکیب بند، ترجیع بند اور حسینی نثر میں تجربات کیے۔(۵)

سرائیکی حسینی نثر کا اغاز غلام سکندر غلامؔ نے کیا۔ ان سے پہلے سرائیکی مرثیے میں نثر کا وجود نہیں ملتا۔ آپ کی نثر کا طرزِ تحریر سادہ اور رقت آمیز ہے۔ کہیں کہیں آپ نے مقفیٰ نثر سے اپنے بیان کو پُرلطف اور پُراسرار بنانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی زبان کی صفائی قابلِ تعریف ہے۔ صاف ستھری زبان اور پُرتاثیر بیان ان کی نثر کا خاصا ہے۔(6) بلکہ بقول دلشاد کلانچوی وہ شاعر کم نثر نگار زیادہ نظر آتے ہیں۔

"ان کی کتابوں میں نظم ونثر دونوں شامل ہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے ان کی نثر ان کی نظم پر چھائی ہوئی ہے اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بنیادی طور پر نثر نگار ہیں۔"(۷)

غلام سکندر غلامؔ کی یہ خوبی تھی کہ لوگ اگر ان کی شاعری پڑھتے تو کہتے کہ وہ بنیادی طور پر شاعر ہیں، اگر ان کی نثر پڑھتے تو کہتے وہ بنیادی طور پر نثر نگار ہیں، اور اگر ان کی ذاکری سنتے تو کہتے وہ بنیادی طور پر ذاکر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تینوں فنون پر مکمل گرفت رکھتے تھے۔ ان کی بہت سی کتابیں چھپی ہوئی تھیں۔ اب ان کی کلیات "لیر کتیراں خیمے" کے نام سے جھوک پبلشرز ملتان سے 2015ء سے شائع ہو گئی ہے جو کہ 720 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس میں ان کی نظم ونثر پائی جاتی ہے یہ ان کا مکمل کلام نہیں ہے بس جتنا دستیاب ہوا اس میں شامل کیا گیا ہے۔ غلام سکندر غلامؔ کی نثر متنوّع خوبیوں پر مشتمل ہے ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

"قلم آہدائے کیویں تحریر کراں مس آہدی اے کیویں لعمیر کراں صوف آہدا کیویں خمیر کراں زبان آہدی کیویں تقریر کراں، اوہو ظلم خولی ملعون دا، جو دیس پردیس پھرایُس، سر بچڑے خاتون دا عجب مسلمانی دا دعویٰ ہا، سر حسینؑ دا سانگ تے، نال بھینڑ دا کچاوا ہا قید علاوہ توں علاوہ ہا۔"(۸)

مولوی فیروز ضلع بھکر کے گاؤں گڈولہ میں حافظ قادر بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم دینی مدرسہ ٹاٹے پور ملتان سے حاصل کی۔ انہوں نے چوبیس سال کی عمر میں شیعہ

مسلک اختیار کیا۔ وہ غلام سکندر غلامؔ کے شاگرد تھے۔ ان کی شاعری کا شُہرہ دور دور تک تھا۔ اس لیے ان کے ایک مرثیے کا انگریزی ترجمہ بھی کیا گیا۔ "لینگوئسٹک سروے آف انڈیا" جو کہ کلکتہ سے 1919ء میں چھپی تھی موجود ہے۔ یہ ترجمہ ایک انگریز جیمز ولسن نے کیا تھا۔ ان کے کلام میں قصیدہ، مرثیہ، سلام، نوحہ، اور سی حرفی کے ساتھ ساتھ منقبت اور مولود بھی ملتے ہیں۔ مولوی فیروز سرائیکی زبان کے ابتدائی نثر نگاروں میں شامل ہیں۔[۹]

میر حسان الحیدری رقمطراز ہیں:

> ”سرائیکی ادب میں نظم و نثر کے امتزاج کا سراغ ہمیں اولاً مولوی فیروز مرحوم کے ہاں ملتا ہے۔ ان سے قبل نظم کے ساتھ نثر کا رواج جاری ہو چکا تھا۔ مگر باقاعدہ فن کی صورت اختیار نہ کر سکا۔“[۱۰]

سرائیکی مرثیے کو مولوی فیروز نے نہ صرف فن کی صورت عطا کی بلکہ مرثیے (شاعری) سے علیحدہ صنف بنا کر سرائیکی ادب میں پیش کیا، کیونکہ مولوی فیروز سے پہلے یہ دونوں صنف ایک ہی صنف گنی جاتی تھی۔[۱۱] ان کی نثر میں چھوٹے چھوٹے فقرے، سادہ الفاظ اور عام فہم لفظوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے کوئی عربی فارسی الفاظ کا استعمال نہیں کیا نہ لفظوں کی صنعت گری موجود ہے۔ ایک نمونہ مُلاحظہ کریں:

> ”حضرت عباس فرمایا میں خاک ہاں، حسین نور ھے، میں فرش ہاں او عرش ھے، گھر ہکو ھے، در ہکو ھے، شوق ہک ھے ذوق ہک ھے۔ بدن ہکے وطن ہکے، جان ہک ایمان ہک ھے، مت ہک اے رت ہک اے، او شمع ھے میں پروانہ ہاں، میں فقیر ہاں او امیر ھے، میں رُپا ہاں او اکسیر اے، میں گدا گر ہاں او سکندر اے۔ سچ پچھو تاں میں عاشق ہاں تے ماشکی ہاں۔“[۱۲]

میاں اللہ بخش فدویؔ (1825-1883ء) لعل خاں کے گھر دریا خاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر 10 سال تھی کہ ان کے والد ڈیرہ اسماعیل خاں کے محلہ حیات اللہ خاں میں آ پہنچے۔ فدویؔ نے ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی۔ فدویؔ اپنے دور کے معروف ذاکر، شاعر اور نثر نگار تھے اس کے علاوہ فدویؔ ماہرِ موسیقی کے طور پر اپنی الگ پہچان رکھتے تھے۔ علم موسیقی پر ان کی کاملیت اور مہارت کا بہت چرچا تھا۔ انھوں نے کل ہندوستان مقابلہ موسیقی میں حصہ لیا اور پہلا انعام حاصل کیا تھا۔[۱۳] فدوی مرثیے اور حسینی نثر کا اہم نام ہے جیسا کہ پروفیسر قیصر نجفی لکھتے ہیں:

”فدویؔ کے مرثیے تاریخ، قرآنی آیات، حدیث، تہذیبی اقدار سے پُر اور انسانی اعلیٰ جذبات، فلسفہ ء غم، عشق حقیقی اور محاکمات کے آئینہ دار ہیں۔ فکری بلندی اور مضمون آفرینی کے ان کے پاس اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔“(۱۴)

بخشن فدویؔ کی نثر میں بھی یہ سب صفات بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ ان کی نثر قاری پر سحر طاری کر دیتی ہے ان کا غیر مطبوعہ کلام ان کے خاندان کے پاس موجود ہے۔ سرائیکی مرثیے اور سرائیکی حسینی نثر کے علاوہ انہوں نے اردو زبان میں بھی مرثیے کہے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۳۰۱ھ بمطابق 1883ء میں ہوا۔

محمود مولائی 1832ء میں ڈیرہ اسماعیل خاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام محمود تھا اور مولائیؔ تخلص کرتے تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حافظ عبدالرحیم تھا۔ پہلے پہلے مجلس پڑھنے کا آغاز کیا اور بعد میں شعر گوئی کی طرف آئے۔ ان کا چھوٹا بھائی محمد صدیق ان کے ساتھ مجلس پڑھواتا تھا۔ آپ سرائیکی زبان کے علاوہ اردو میں بھی شاعری کرتے تھے۔ آپ سنسکرت زبان سے بھی واقف تھے۔ ان کی شخصیت کے بارے میں پروفیسر قیصر نجفی یوں رقمطراز ہیں:

”محمود مولائی کا شمار قدیم سرائیکی مرثیہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک عالمِ دین اور ذاکرِ امام عالی مقام تھے۔ اوائل عمری ہی سے وہ واعظ، مناظرہ اور ذکر فضائل و مصائبِ اہل بیت کی طرف مائل تھے۔ سخنوری کا شوق بھی انہیں بچپن سے تھا۔ مگر دنیاوی شاعری سے ہمیشہ دامن کش رہے اور آخر دم تک محمد ﷺ آل محمد ﷺ کی شان میں شعر گوئی کرتے رہے۔“(۱۵)

محمود مولائی کی نثر بھی نظم کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ ان کے کلام اور نثر کا ایک مخطوطہ میرے پاس موجود ہے۔ جس میں نظم کے ساتھ حُسینی نثر (تقریریں) بھی پائی جاتی ہے۔ ان کی نثر کا ایک نمونہ شہادت جناب علی اکبرؑ کے بارے میں پیشِ خدمت ہے:

”جیڑھے ویلھے ڈیکھ کھڑا رنگ دنیا دا، عباس جئیں بھرا کوں ٹور کھڑا، قاسم جئیں ماہ لقا کوں ٹور کھڑا۔ ہر پاسے دید بھنوئیس۔ سوا علی اکبر دی کوئی نظر نہ آئیس بچڑے ڈے منہ ولا کے اہدا ھے۔“(۱۶)

ان کے علاوہ اس دور میں نواب شاہ نواز خادم والئی ٹانک، سید غلام حسین شاہ شیرازی،

مولوی جعفر، مولوی فیض محمد فیض، سید صاحب علی شاہ، سید عبداللہ شاہ مجرمؔ، سید محمد شاہ ماہرؔ اور غلام سکندر مسکینؔ نے سرائیکی حسینی نثر میں اپنے قلم کو جولانیاں دیں۔

سید علی شاہ چھینوی (1828-1906ء)قصبہ چھینہ ضلع بھکر کے رہائشی تھے۔ وہ 1828ء میں پیدا ہوئے ان کے والد گرامی کا نام سید شاہ نواز شاہ تھا۔ سید علی شاہ وہ پہلے ذاکر تھے جنھوں نے سوزیوں کے ساتھ مجلس پڑھنے کی ابتدا کی۔ ان سے پہلے ذاکر اکیلے مجلس پڑھتے تھے، اور سوزی رکھنے کا رواج نہیں تھا۔ سید علی شاہ اس فنِ ذاکری کے موجد ہیں۔ سید علی شاہ کو ایک اور اعزاز بھی حاصل ہے کہ چودھویں صدی ہجری کے تقریباً تمام مداح خوانِ اہلبیت ان کے شاگرد ہیں۔ جن میں دبیرِ سرائیکی غلام حیدر فداؔ، انیسِ پنجاب سید غلام حسن شاہ تائبؔ، ملک نبی بخش مضطر ملتانی، مولوی محمد حسین گداؔ، صفدر حسین صفدر، غلام محی الدین، بلبلِ پنجاب سید شیر شاہ، غلام حسین غمگینؔ پٹھان اور مولوی نذر حسین ترک شامل ہیں۔17 آپ کی نثر چس رس اور لطافت سے بھری پڑی ہے، لیکن عربی اور فارسی سے نا آشنا ہے۔ سرائیکی کا خوبصورت لہجہ آپ کی نثر میں مستعمل ہے۔ آپ کی نثر کو پڑھتے ہوئے مشکل پیش نہیں آتی بلکہ اس میں دریا کی روانی پائی جاتی ہے۔ آپ کی نثر پر شاعری گمان ہوتا ہے۔ خلش پیر اصحابی لکھتے ہیں:

> ”مرثیے میں موقع محل کے مطابق نثر کا استعمال ان کی خوبصورتی تھا۔ انہوں نے نثر مقفیٰ لکھی ہے۔“(۱۸)

سید علی شاہ چھینوی کی سرائیکی حسینی نثر پہ موجودہ عہد کا گمان ہوتا ہے آؤ قافیہ پیمائی کا لطف لیں۔

> ”نیک اطوار، زاہدِ ابرار، جاں نثار، وفادار، کرار، غیر فرار، چھوڑتوں بے زار، مرݨ کاݨ تیار، ہک ہک یار ڈھال تلوار امام ابرار دے صاحب کمال سارے مطیع آل سارے۔ نیک اعمال سارے، کمال وچ حال سارے، بہتر خصال سارے۔“(۱۹)

میرِ سرائیکی، سید گامنوں شاہ واصفؔ، احسن پیر والا ضلع لیہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام سید سلطان اکبر شاہ نقوی تھا۔ آپ غلام سکندر غلامؔ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ کے لکھے قلمی نسخے کو ”گلدستہ کونین“ کا نام دیا۔ جو ان کی وفات کے بعد سید ثقلین شاہ نقوی نے 2007ء میں چھاپا۔ سید گامنوں شاہ واصف نے حُسینی نثر میں نثر عاری اور نثر مقفیٰ دونوں کو

خوب لکھا۔ غلام حُر خان کندانی لکھتے ہیں:

"میر سرائیکی، ظہوریٔ دوراں، شہنشاہِ ذاکرین قبلہ سید گانموں شاہ واصف نے نثر عاری اور نثر مقفیٰ میں موتی رول دیے ہیں۔ ایسی مرصع اور مسجع نثر سرائیکی ادب میں قبلہ سید گانموں شاہ واصف سے پہلے نہیں ملتی اس کے بانی آپ ہیں۔"(۲۰)

سید گانموں شاہ واصفؔ کی نثر کی چاشنی کا لطف لیں:

"مولا فرمایا عباس کوئی آرزو ہووی تاں بیان کر، جنابِ عباس عرض کیتا، پیو علی اکبر دا، جیڑھے ویلھے دنیا تے آیا ہامی تاں اکھ میڈی جو کھُلی پہلے پہلے آپ دے منہ مبارک دی زیارت ہوئی۔ ہُن خواہش ھے میڈی جو آخری زیارت جناب دی حاصل کراں۔"(۲۱)

آغا شرف حسین شاہ (1852-1962ء) قصبہ نوانی ضلع بھکر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام سید نور حسین شاہ تھا۔ آپ فنِ قرأت پر مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے نجف اشرف سے تعلیم حاصل کی۔ اور آپ کو "عمدۃ العلماء" کا لقب دیا گیا تھا۔ آپ نے شاعری کے ساتھ نثر میں بھی اپنے کمالات دکھائے ان کا ایک نثر پارہ دیکھیے:

"ساریاں بیبیاں گھبر اگیاں۔ عجیب قیامت دا کہرام مچ گیا۔ بانو عالی لقب بے ہوش، ثانیٔ زہرہ سئیں زینب مدہوش، مگر تمامیاں کنوں زوجہ امیر مسلم دی زیادہ بے قرار ہو گئی۔ کئی برچھی غم دی جو لگی ہاں کنوں پار ہو گئی۔"(۲۳)

قاضی خدا بخش محزوںؔ، محلہ قاضیاں ملتان کے رہنے والے تھے۔ تاہم آپ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات ملی ہیں۔ محزوںؔ ۱۳۵۲ھ تک زندہ تھے۔ ان کی کتب میں آفتابِ مضمون، انوارِ مضمون، بہاِ مضمون۔ تحفہ ء محزون۔ تنویر العیون۔ دُرِ شحون، دُرِ مکنون، ضیاء العیون، کنز المکنون، گلزار حیدری، گلزار مضمون، مہتابِ حاتم، نور العیون اور انتخابِ شعر اشامل ہیں۔ ان کی ان سب کتب میں نظم کے ساتھ نثر بھی پائی جاتی ہے۔ ان کی نثر نگاری کے بارے میں محمد اسلم رسولپوری لکھتے ہیں:

"قاضی خدا بخش محزون کا اسلوب صاف شگفتہ اور موئثر ہے۔ اس کی نثر موئثر اور دل پر اثر کرتی ہے۔ وہ ایک ہی بات کو نئے نئے انداز میں بیان کرتے ہیں

اور سامع، قاری نیا لطف لیتے ہیں۔"(۲۴)

سید غلام حسن شاہ تائبؔ (1865-1934ء) سید غلام حسن شاہ نام، تائبؔ تخلص، لقب عارفِ امامت، والد کا نام سید مرید حسین شاہ تھا۔ آپ بستی سیال بھکر نشیب کے رہنے والے تھے۔ آپ استاد الملک سید علی شاہ چھینوی کے شاگرد تھے۔ سید غلام حسن شاہ تائبؔ کو انیسِ پنجاب کا خطاب ملا۔ سرائیکی مرثیے میں بحر لکھنے کے باکمال شاعر تھے۔ ان کی بحر میں حرف وضرب (رزمیہ) کے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔ ان کی کتب کاشف العجائب، مظہر العجائب، معدن العجائب، اور مخزن العجائب کے نام سے چھپی تھیں۔ اب ان کے کلام کو ثنائے مظہر العجائب کے نام سے مرتب کر کے چھاپا گیا ہے۔"24 سید غلام حسن شاہ تائب جس طرح شاعری میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اسی طرح انہوں نے سرائیکی حسینی نثر میں بھی کمال دکھائے ہیں ان کی نثر صاف اور شستہ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

"گھوڑا عرض کریندے مولا ترائے ڈینہاں دی بکھ تے تریہہ نبھائی کھڑیں، کھلدا باغ لُٹائی کھڑیں، علی اکبر دے سینے داداغ اُٹھائی کھڑیں علی اصغر جئیں لعل اُتے ہتھاں دے چاتے نذر گنائی کھڑیں، عباس جئیں دے بازو کپائی کھڑیں، حر جئیں مہمان، حبیب جئیں دوست کُہائی کھڑیں، امیر قاسم داڈھنگ سُہائی کھڑیں۔"(۲۵)

غلام حیدر فداؔ (1860-1943ء) کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میاں اللہ بخش تھا۔ بنیادی تعلیم کروڑ سے حاصل کی، اور صدر الفاصل تک تعلیم یافتہ تھے۔ عربی، فارسی، پشتو، پوربی، سرائیکی، ہندی، پنجابی، اردو، بھاشا اور بنگلہ زبانوں سے واقف اور عبور رکھتے تھے۔ تفسیر، فقہ، منطق، حکمت اور شاعری کے علوم باقاعدہ پڑھ رکھے تھے۔ شاعری میں سید علی شاہ چھینوی کے شاگرد تھے ان کو" دبیرِ پنجاب " کا خطاب دیا گیا تھا۔(۲۶) غلام حیدر فداؔ نے حُسینی نثر نگاری میں ایک نام کمایا ہے اُن کی نثر سُن کر لوگ دھاڑیں مار کے روتے تھے۔ کیونکہ عام فہم لفظ لوگوں کے دلوں میں اتر جاتے تھے۔ کہیں کہیں اپ کی نثر عربی فارسی الفاظ کی وجہ سے بوجھل ہونے لگتی ہے۔ لیکن یہ مواقع ان کی حسینی نثر میں بہت کم آتے ہیں:

"ہک باہنی بولی جے کر ساری ڈینھوار ایں قیدی بیمار دیاں گالھیں وچ گزارڈیویں تاں بھی اُٹھن کیتے دل نہ آکھسیا، ہُن ج ُل تے اندروالیاں

بیبیاں دے نال مُلاقات جل کر۔ امام فرمایا ہُن قید خانے نہ پئی ونج۔ اتھائوں واپس لگی ونج۔ ہنداں آکھیا قیدی آ میں اگے کڑاں قید خانے آون والی، میکوں تہاڈی محبت چھک آئی۔"(۲۷)

گل محمد عاشق ملتانی (1883-1933ء) بیرون دہلی دروازہ سید گوہر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد درمیانے درجے کے کاروباری شخص تھے۔ جن کا نام محمد علی اور تخلص فضلؔ تھا۔ وہ راجپوت قبیلے (ڈھانی) سے تعلق رکھتے تھے۔ گوہر سلطان کے محلہ میں مشرق کی طرف ایک پختہ دو منزلہ حویلی میں 1883ء میں پیدا ہوئے۔ ان سے بڑی ایک بہن سلطان خاتون تھیں جو صاحبِ طرز ادیب نبی بخش مضطرؔ کی زوجہ تھی۔ ان کا رنگ گندمی تھا۔ خوش خوراک اور پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے۔(۲۸)

گل محمد عاشق ملتانی کی نثر عام طور پر مقفیٰ اور مسجع عبارت سے تشکیل پاتی تھی۔ قافیہ کی تکرار کا فن خوب جانتے تھے ان کو برجستہ اور برموقع الفاظ کے استعمال کا ہُنر آتا تھا۔ ان کے جملوں کی عبارت بے ساختہ اور رواں دواں ہوتی تھی ان کی نثر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

"جاں پو ظلم دی پھُٹی، رو آکھیا زینب خاتون سنگت ویر دی چھُٹی، پاک کمائی زہرہؓ دی ویسی دشت بلا وچ لُٹی، آل رسولؐ دی بے گناہ ویسی اُمت دے ہتھوں کُٹھی، محب حسین صبح دے آثار نمودار ہوئے، خبر دار ہر دو لشکر علمبردار ہوئے جناب عباس ثانی جعفر طیار، دروازے سید الابرار آکر ہویا عرض گزار۔"(۲۹)

مولوی نذر حسین ترک (1879-1944ء) بستی گڈولہ مولوی فیروزالدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے مولوی شاہ نواز سے ایک درس گاہ میں عربی فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ ذاکری میں سید علی شاہ چھینوی کی شاگردی اختیار کی جبکہ شاعری میں غلام سکندر غلامؔ کے شاگرد تھے۔(۳۰) مولوی نذر حسین ترک نے شاعری اور نثر میں بہت سی کتب چھوڑی ہیں، جن میں آبِ کوثر، اظہارِ کوثر، نجات الدارین، نجم الخرین، نہرِ کوثر، دربارِ کوثر، سبیلِ کوثر، گلزارِ کوثر، نہرِ ماتم، بہارِ کوثر، جامِ کوثر، چشمہ ءِ کوثر، حُسینی رضاکار، حوضِ کوثر، انوارِ کوثر، انہار المصائب، انہارِ کوثر، بحرِ کوثر اور ساغرِ کوثر شامل ہیں۔(۳۱) ان کی ان تمام کتب میں شاعری کے ساتھ حسینی نثر بھی پائی جاتی ہے۔ ان کا اسلوب دوسرے حُسینی نثر نگاروں سے جدا ہے ایک نمونہ دیکھیں:

"عباس بچڑے کوں گھن آیا، جو کھڑا حضرت امام ہا، عرض کیتس، ابن غلام کوں رخصت موت دی ڈیوو، ایہو منشا غلام داہا، حضرت فرمایا، عباس اے کوئی جنگ دے لائق اے۔ عرض کیتو نے مولاوت وی شامیاں کنوں تاں فائق ہے۔"(۳۲)

سید امام علی شاہ شفیقؔ (1876-1962ء) ضلع لیہ کے مردم خیز علاقہ شاہ پور میں 25 دسمبر 1876ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید نواز علی شاہ تھا۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق عربی فارسی، اردو، صرف و نحو، منطق وغیرہ میں کافی دسترس حاصل کی۔ ان کو بچپن سے شعر و شاعری کا شوق تھا اس سے پہلے سید علی شاہ چھینوی اور بعد میں غلام حیدر فدا سے مشورۂ سخن کیا۔ سلاست فصاحت، بلاغت اور روانی شفیقؔ کے کلام میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ شفیقؔ نہ صرف بلند پایہ شاعر تھے بلکہ عظیم المرتبت نثر نگار بھی تھے۔ ان کی نثر ان کی شاعری کی طرح سادہ عام فہم اور پُر اثر ہے۔(۳۳)

شفیقؔ کی سرائیکی حُسینی نثر میں مسجع اور مقفیٰ عبارت نے نظم کی سی خوبی پیدا کر دی ہے۔ وہ نثر میں بھی سادہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کی طرح نثر پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ نثر کسی موجودہ عہد کے نثر نگار کی لکھت ہے۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

"لکھدن جس وقت امام عالی مقام تنہا رہ گئے۔ شمر ملعون امام کوں شہید کرنْ دی خاطر اگوں ودھیائے تے امام نے زمین مقتل گاہ کوں حکم ڈتائے جو جھکی ہو ونج تاکہ میکوں بھینْ سُسدا نہ ڈیکھے۔ لیکن سینْ میڈی نے حکم ڈتا جو اُچی ہو ونج تاکہ میں بھرا دی آخری زیارت کر گھناں۔"(۳۴)

غلام علی لنگاہ مداحؔ (1906-1956) مولوی بختاور علی لنگاہ کے بیٹے تھے۔ اور موضع شہانی ضلع بھکر کے رہنے والے تھے۔ مولوی نذر حسین ترک کے شاگرد تھے۔ ان کے مرثیوں کے مجموعے مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔35 ان کی نثر بھی مقدمین کی طرح مختلف فنی خوبیوں کا مرقع ہے۔ شہادتِ عباس علمبردار سے ایک نثری نمونہ ملاحظہ کریں:

"ہک شبیر اے جھی لکھ دی بھیڑ اے توں حال ڈیکھ تے آرام کیتی کھڑیں۔ سچ ڈسا دل وچ کیڑھی نیتی کھڑیں۔ مرنْ نئیں ویندا جعفر طیار دا رتبہ نئیں پیندا،

جہان فانی ہے ہر کوئی لحظے دا گر زانی ہے۔ گزریا ویلھا ہتھ نئیں آندا، غازی جے کرچک پیوں تاں ارمانی راہسیں۔"(۳۶)

احمد بخش بھٹی سیفؔ (1903-1971) ٹبہ بھٹیاں والا تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں منظور حسین بھٹی کے گھر پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم پرائمری تھی۔ شاعری میں صفدر حسین صفدر اور غلام شبیر خاکی کے شاگرد تھے۔ بے حد سخی با اخلاق اور منکسر المزاج تھے۔(۳۷) ان کو "سلطان الذاکرین" کا خطاب دیا گیا تھا ان کی حسینی نثر کی کتاب "زینت المجالس" سے اقتباس پیشِ خدمت ہے:

"محب حسین بعد وفات امام حسین دے لُٹیا قافلہ ء اہل بیت محمدؐ والے کوں، شامیاں، نمک حرامیاں، قید کر کے راہی شام دے ہوئے، ہک مقام تے آن کے ڈیرے لائے، آپس اچ پانٹی تقسیم کرݨ لگے، بی بی معصوم سکینہ جو ڈٹھا، دائی فضہ کوں ہمراہ کر کے واسطے پانٹی منگݨ دے روانہ ہوئی۔"(۳۸)

محمد رمضان بہار ملتانی (1912-1966) منشی محمد فاضل کے گھر پیدا ہوئے۔ انہوں نے دینی تعلیم لکھنو کے مدارس مدرسۃ الواعظین سے حاصل کی۔ انہیں عربی، فارسی، اردو، سندھی، بلوچی، سرائیکی اور پنجابی پر عبور تھا۔ انھوں نے سینکڑوں نوحے، قصیدے اور دوہڑے لکھے جو آج تک زبان زد عام ہیں۔(۳۹) اسی طرح انہوں نے اصنافِ شاعری کی طرح نثر میں بھی اپنے فن کا مظاہرہ کیا جو ان کی مختلف کتب میں موجود ہیں۔

فدا حسین مشکورؔ جھنڈیر (1916-1974) کریم بخش جھنڈیر کے ہاں بستی جھنڈیر محمود کوٹ ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ذاکری میں انیسِ پنجاب مولوی غلام علی لنگاہ مداحؔ سے فیض یاب ہوئے۔ ملک فدا حسین جھنڈیر فضائل اور مصائب دونوں موئثر انداز میں پڑھتے تھے۔ لیکن انھیں فضائل میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ مضمون کو پوری جزئیات کے ساتھ ادبی رنگ میں اسطرح پڑھتے تھے کہ منظر سامنے آجاتا تھا۔ وہ نثر لکھنے اور پڑھنے میں بھی طاق تھے۔ مسجع اور مقفیٰ نثر بڑے جوش وخروش سے پڑھتے تھے۔ الفاظ وتراکیب کا ایک دریا تھا جو امڈا چلا آتا تھا۔(۴۰) ان کی نثر کا نمونہ دیکھیئے:

"جناب امام حسین فرمایا اماں دی جائی۔ امت تے ہُج نہ رکھ مسلمان سادات

توں پھر گئے نی۔ جناب زینبؑ خاتون عرض کیتا، ویرنہ مسلماناں دی منت چیندی آں، نہ کوثر توں منگویندی آں۔ اج اپنْیں اکھیں کوں منت کریندی آں۔ جناب شبیرؑ فرمایا، ماشاءاللہ جتنا کم کریسو، برائے اللہ کریسو۔"(۴۱)

نذر حسین ارشادؔ عباسی، جھنڈیر آباد، تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے آپ 1922ء کو ملک کریم بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے علاقہ کے سکول واقع آڑہ اکبر شاہ میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی تھی۔ نذر حسین ارشاد عباسی، مولوی غلام علی لنگاہ مداحؔ کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ مولوی غلام محمد محمودی تونسوی اور سید چراغ علی شاہ آزاد آف محمود کوٹ سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے کلام میں اردو نثر، ثنائے اہل بیت، اردو غزلیات، اردو نظمیں، بھاشا گیت، سرائیکی مجازی شاعری، فارسی کلام، خطباتِ معصومین کا منظوم ترجمہ بصورتِ بحر سرائیکی مرثیے اور سرائیکی حسینی نثر شامل ہیں۔(۴۲) ارشاد عباسی کا کلام تین جلدوں میں "زبورِ مودّت" کے نام سے چھپ گیا ہے۔ ابھی کچھ غیر مطبوعہ ہے۔ نذر حسین ارشادؔ عباسی کی حسینی نثر بھاری بھرکم اور عربی فارسی الفاظ سے بھری پڑی ہے جس سے عام قاری کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

"میڈے مولا کوں ایں جنگِ احد دے وچ اٹھارہ زخم لگے۔ مگر چار زخم ایہو جئیں لگے جو جہناں دی واری زمین تے ڈھہنْ دے قریب ہوندے ہن۔ تے ہک خوبصورت جوان خوشبو کنوں مہکدا ہویا مونڈھا نپ کے زین تے سنبھال چھوڑیندا ہا۔"(۴۳)

سید جعفر الزمان نقوی 1954ء جمن شاہ لیہ میں سید طالب حسین شاہ کے ہاں پیدا ہوئے انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ سید جعفر نقوی انگریزی، عربی، فارسی، اردو، سندھی، پشتو، پنجابی اور سرائیکی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ ان کو سائنس و ٹیکنالوجی سے گہری واقفیت تھی۔ سید جعفر نقوی نے 9سال کی عمر میں شاعری شروع کی۔ انہوں نے علم عروض بدائع اور تلمیحات کا علم حاجی نظام الدین سے حاصل کیا۔ سید جعفر نقوی نے پہلی بار مکمل تاریخ کربلا سرائیکی زبان میں پانچ جلدوں میں لکھی جو اب تک سرائیکی حسینی نثر میں بہت بڑا کام ہے۔ اس کا نام "مجالس المنتظرین علی روضۃ المظلومین" ہے یہ پانچ جلدیں تقریباََ تین ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ سرائیکی حسینی نثر میں ان کا یہ کام سرائیکی زبان وادب میں گراں قدر اضافہ ہے۔(۴۴)

سید جعفر نقوی کی مجالس المنتظرین میں سے واقعہ داخلہ کربلا میں سے حسینی نثر کا اقتباس بطور نمونہ دیکھیں:

> "جناب زہیر بن قیس عرض کریندن آقا اساں ایں علاقے توں واقف ہیں۔ ایں زمین کوں نینوا آہدن۔ کریم کربلا فرمیندن کیا ایں زمین دا کوئی بیا نام بھی ھے۔ او عرض کریندن قدیم لوک ایں زمین کوں ارضِ صفین بھی آہدے ہن۔ فرمیندن ایندا کوئی بیا ناں۔۔۔؟ جناب زہیر عرض کریندن ایکوں کربلا آہدن۔"(۴۵)

ان حسینی نثر نگاروں کے علاوہ نواب شاہ نواز خادم، سید سردار علی مشہدی، مولوی عاقل محمد واصف، سید عاشق حسین شیرازی، نور محمد گدائی، مولوی صفدر حسین صفدر، مولوی نبی بخش مضطر ملتانی، سید خادم حسین چھینوی، میرباز محکوم، غلام علی ناظم، فتح محمد ناز، مفتی محمود کوٹی، حاجی نبی بخش شوق، مولوی سردار علی فوق، سید مداح حسین شاد، اللہ بخش غمناک، سید تصدق حسین شیرازی، غلام شبیر ناصر تونسوی اور خلش پیر اصحابی کے نام بھی شامل ہیں۔

## حوالہ جات


1. قاسم جلال، التا، بہاولپور، ادارہ تعمیرِ فکر، 1992، ص64
2. غضنفر مہدی، ڈاکٹر، سرائیکی مرثیہ، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی 2010، ص302
3. دلشاد کلانچوی، سرائیکی اور اس کی نثر، بہاولپور، سرائیکی ادبی مجلس، 1982، ص94
4. مرید عارف، کھرے اکھر، ڈیرہ غازی خان، ناصر پبلی کیشنز، 2017، ص49
5. کندانی، غلام حر خاں، پیش لفظ، گلدستہ ء کونین، سید گاموں شاہ واصف، کروڑ لعل عیسن، 2007، ص17
6. دلشاد کلانچوی، قدیم سرائیکی شاعر تے ادیب، بہاولپور، اکادمی سرائیکی ادب، 1987، ص36
7. ایضاً، ص36
8. غلام، غلام سکندر خان، لیر کتیر اں خیمے، ملتان جھوک پرنٹرز 2015، ص574

زبان وادب (31)، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد جلد2، شمارہ15، 2022
9. پیر اصحابی، خلش، ملتانی مرثیہ، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، 1986، ص62
10. حیدری، میر حسان، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چودھویں جلد، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، 1971، ص309
11. مرید عارف، کھرے اکھر، ص66
12. دلشاد کلانچوی، قدیم سرائیکی شاعرتے ادیب، ص43
13. بھٹہ، زوار حسین، سرائیکی اور اردو مرثیے کا تقابلی جائزہ، مقالہ برائے ایم فل اردو، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2002، ص96
14. قیصر نجفی، پروفیسر، ڈیرہ اسماعیل خاں کے تین مرثیہ نگار، مشمولہ، سہ ماہی، رثائی ادب، کراچی، شمارہ نمبر14، اپریل1999، ص25
15. قیصر نجفی، پروفیسر ڈیرہ اسماعیل خان کے تین سرائیکی مرثیہ نگار، مشمولہ، سہ ماہی، رثائی ادب، کراچی، شمارہ نمبر31، 2004، ص59
16. عارف، مرید عباس، سرائیکی مرثیے وچ نثر، ملتان جھوک پبلشرز، 2016، ص33
17. ایضاً ص42
18. پیر اصحابی، خلش، ملتانی مرثیہ، ص105
19. صفدر کربلائی، دبستان کچھی، چوک اعظم، اردو سخن، 2017، ص51
20. واصف، سید گاموں شاہ، گلدستہء کونین، کروڑ لعل عیسن، ذاکرِ اہل بیت ثقلین شاہ، 2007، ص 21
21. ایضاً ص203
22. دلشاد، کلانچوی، سرائیکی اور اس کی نثر، ص106
23. رسولپوری، محمد اسلم، پیش لفظ، سرائیکی مرثیے وچ نثر، مرید عباس عارف، ملتان، جھوک پبلشرز، 2016، ص،9
24. تائب، غلام حسن شاہ، ثنائے مظہر العجائب، ملتان، جھوک پبلشرز، 2009، ص12
25. ایضاً ص141
26. کاظمی، کرامت علی، لیہ کا ادبی منظر نامہ، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے اردو، گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خاں، 1990، ص28
27. عارف، مرید عباس، سرائیکی مرثیے وچ نثر، ص128

28. غضنفر مہدی، ڈاکٹر، سرائیکی مرثیہ، ص284
29. ایضاً ص99
30. پیر اصحابی، خلش، ملتانی مرثیہ، ص217
31. مرید حسین، سرائیکی وچ حسینی ڈوہڑے دی روایت، مقالہ برائے ایم فل پاکستانی زبانیں، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی2019ص89
32. صفدر کربلائی دبستان کچھی، ص235
33. کاظمی، کرامت علی، لیہ کا ادبی منظر نامہ، ص38
34. شفیق، امام علی شاہ، کلیات شفیق، ملتان، جھوک پبلشرز،2010ص60
35. مرید حسین، سرائیکی وچ حسینی ڈوہڑے دی روایت، ص99
36. عارف، مرید حسین، سرائیکی مرثیے وچ نثر، ص195
37. خاور نقوی، عزاداری سید الشہداء، اسلام آباد، عکاس پبلی کیشنز،2016، ص37
38. سیف، احمد بخش بھٹی، زینت المجالس، ملتان، جعفری کتب خانہ، ص19
39. غضنفر مہدی، ڈاکٹر، سرائیکی مرثیہ، ص2
40. خاور نقوی، عزاداری سید الشہداء، ص40
41. عارف، مرید حسین، سرائیکی مرثیہ وچ نثر، ص230
42. ارشاد عباسی، نذر حسین جھنڈیر، زبورِ مودّت، جلد اول، اسلام آباد، ملک غلام اصغر، 2004، ص10
43. عباسی جھنڈیر، نذر حسین ارشاد، زبورِ مودّت، جلد سوم، اسلام آباد، ملک غلام اصغر، 2008، ص62
44. مرید حسین، سرائیکی وچ حسینی ڈوہڑے دی روایت، ص182
45. نقوی، سید محمد جعفر الزمان، مجالس المنتظرین علی روضۃ المظلومین، جلد اول، کراچی، القائم ویلفیر ٹرسٹ،2009، ص618